الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

بیادگار

اعلیٰحضرت امیر ملت الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

مئی جون 1982

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا صاحبزادہ پیر سید افضل حسین شاہ صاحب

ایڈیٹر

حضرت مولانا غلام رسول گوہر نقشبندی جماعتی

اسسٹنٹ ایڈیٹر ـــــ فیاض احمد گوہر

انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری
نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1905 کو شروع کروایا تھا
رسالہ انوار الصوفیہ کی 58 جلدیں مہیا کرنے پر
میں جناب محمد محمود صاحب کو مشکور ہوں
جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)

محمد محمود معزوی جماعتی
خلیفہ مجاز شیخ معزالدین طالبی جماعتی
خلیفہ مجاز سائیں محمد حنیف لال بادشاہ مری

1	1960 October	21	1972 May	41	1971 Janu Feb
2	1961 July	22	1972 December	42	1973 Agust
3	1961 December	23	1973 March	43	1973 Aril
4	1962 Feb	24	1973 March	44	1974 Agust September
5	1962 May	25	1973 December	45	1975 December
6	1962 October	26	1975 March	46	1976 March April
7	1963 January	27	1978 Feb	47	1979 June july
8	1963 June	28	1980 July	48	1980 Dec 1981 Janu
9	1963 September	29	1981 July	49	1980 October NOvember
10	1964 Feb	30	1982 Feb	50	1981 Jantaree
11	1964 March	31	1982 July	51	1982 1983 Dec Jan
12	1965 January	32	1984 April	52	1982 March April
13	1965 May	33	1959 Agust Rizwan	53	1982 May June
14	1965 July	34	1965 March Hanfi	54	1983 Feb March
15	1966 June	35	1967 April May	55	1983 May June
16	1969 Feb	36	1968 October November	56	1983 Nov Decemb
17	1969 December	37	1969 agust	57	1984 Jan Feb
18	1970 December	38	1969 March April	58	1984 October Jantare
19	1971 Feb	39	1970 May June	59	Aaena Khalq e Muhamadi
20	1971 November	40	1971 Agust	60	Majmua Hazar Masla

علی پور شریف کا سالانہ عرس شریف

علی پور شریف میں مورخہ ۱۱ مئی بروز پیر منگل حسب روایات سابقہ سالانہ عرس شریف منایا گیا۔ جامع مسجد نور میں ہر دو روز جلسہ ہوا۔ پہلی نشست صبح ۱۰ بجے سے دو بجے دوپہر تک اور دوسری نشست رات کو عشاء کی نماز کے بعد سے دو بجے رات تک جاری رہی۔ علماء و مشائخ نے وعظ فرمایا اور نعت خوانوں نے وجد آفریں نعتیں پڑھیں لنگر اور خورد و نوش کا اہتمام و انتظام معقول تھا۔

زکوٰۃ فنڈ!

دینی مدارس کے اکثر طلباء خطوط لکھتے ہیں کہ ان کے نام ایک سال کے لئے ماہنامہ "انوار الصوفیہ" جاری کیا جائے۔ انہیں یہ رسالہ بہت پسند ہے اور وہ شوق سے پڑھتے ہیں۔ اس لئے کہ اس ماہنامہ کی خصوصیت ہے کہ وہ حقائق پر مبنی مضامین پیش کرتا ہے۔ مخیر حضرات کی خدمت میں پر زور اپیل کی جاتی ہے کہ سابقہ سال کی طرح زکوٰۃ سے رسالہ کی امداد کریں تاکہ غریب طلباء کے نام ان کی درخواست کے مطابق ایک سال کے لئے رسالہ جاری کیا جائے۔

دعائے صحت —!

حضرت مولانا الحاج پیر سید افضل حسین شاہ صاحب سجادہ نشین ایک عرصہ سے بیمار ہیں۔ کمر میں درد رہتا ہے۔ چلنا پھرنا بیٹھنا دشوار ہے۔ جملہ قارئین حضرت سجادہ نشین مدظلہٗ کے لئے بخصوص قلب سے صحت و شفا کی دعا مانگیں۔ ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ رب العالمین آپ کو بہت جلد صحت سے ہمکنار کرے۔ آمین ثم آمین!

اخبارِ آستانۂ عالیہ

تمام حضرات علی پور شریف رونق افروز ہیں۔ حضرت مولانا پیر سید نذر حسین شاہ صاحب، انڈیا سے چند ایام قبل تشریف لائے۔ آپ کے اس دورہ سے انڈیا کے یاران طریقت بہت محظوظ اور فیض یاب ہوئے اور بہت سے لوگ حلقۂ بیعت میں شامل ہوگئے۔ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ جماعتیہ کو بہت ترقی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ جملہ یاران طریقت کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

بامداد رُوحانی حضرت مولانا سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بالطافِ رُوحانی حضرت مولانا الحاج شمس الملت پیر سید نور حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
باستمدادِ رُوحانی حضرت مولانا جوہر الملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بالتفاتِ کریمانہ حضرت مولانا معین الملت پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب مدظلہٗ
بظلِ حمایت مولانا الحاج پیر سید نذر حسین شاہ صاحب علی پوری مدظلہ العالی ۔۔۔!

ماہنامہ انوار الصوفیہ قصور

1982

جلد:۔ ۲۷ شمارہ:۔ ۸-۹ بابت ماہ مئی، جون

ایڈیٹر

مولانا غلام رسول گوہر

اسسٹنٹ ایڈیٹر ۔۔۔۔ فیاض احمد گوہر

دائرے میں سرخ نشان آپ کا چندہ ختم ہونے کی علامت ہے ۔۔۔۔!

گوہر

چندہ

سالانہ	۲۰ روپے
ششماہی	۱۰ "
فی شمارہ	۲ "

ایڈیٹر و پبلشر غلام رسول گوہر • مطبع الاہور آرٹ پریس انار کلی، لاہور • مقام اشاعت: کوٹ عثمان خان قصور

فہرست مضامین

نعتِ نبیؐ

روضۂ سیّدِ دوسرا دیکھئے
فرش سے عرش تک ہے ضیا دیکھئے

ان کے میلاد پر مرحبا دیکھئے
ہو گیا بابِ رحمت کا وا دیکھئے

ہر مرض کی یہی ہے دوا دیکھئے
یہ مدینے کی آب و ہوا دیکھئے

چاند تاروں میں بھی روشنی آ گئی
چہرۂ مصطفیٰ کی ضیاء دیکھئے!

مجھ سے بیکس کی بھی ہو گی حاضری!
کملی والے کی جود و سخا دیکھئے

کس قدر دلربا کس قدر جانفزا
ہے نام انکا نامِ خدا دیکھئے

جب تصور میں رُخ آپ کا آ گیا
عرش تک ہو گئی ہے ضیاء دیکھئے

رسائی بشر کی سرِ لامکاں تک!!!
محبت کی ہے یہ ادا دیکھئے

اٹھی ہے لئے مژدہ رحمت کا انجم
مدینے سے کالی گھٹا دیکھئے!

انجم

بیکسوں کا آسرا ہے سیّد افضل حسین

سربراہِ اتقیا ہے سیّد افضل حسین
رہنمائے اولیا ہے سیّد افضل حسین
مطلعِ نورِ ولایت معدنِ عزّ و شرف!
بیکسوں کا آسرا ہے سیّد افضل حسین
نورِ چشمِ شہ ولایت دلبرِ اختر حسین
عارفِ دینِ ہدیٰ ہے سیّد افضل حسین!
حافظِ قرآن ہے اور عالمِ اسرارِ دین
منبعِ جود و عطا ہے سیّد افضل حسین
اک نظر جب دیکھتے ہیں دور ہو جاتے ہیں غم
مامنِ امن و رضا ہے سیّد افضل حسین
آرزو کی خشک کھیتی ہو گئی ہے سرسبز
ابرِ رحمت بن کے آیا سیّد افضل حسین
چاند سے تشبیہہ دینی یہ کیا انصاف ہے
چاند سے بھی خوش لقا ہے سیّد افضل حسین
سروقامت راحتِ جاں چشمِ مست!!!
ہر طرح سے دلربا ہے سیّد افضل حسین
پوچھتے ہیں حال دل ہے عنایت آپ کی
گوہر درجِ عطا ہے سیّد افضل حسین

غلام رسول گوہر

آپ کا یہ عرس ہے

اے جنابِ شہ جماعت آپ کا یہ عرس ہے!!
لطف فرما لطف فرما آپ کا یہ عرس ہے
ہم غلاموں پہ ذرا نظرِ عنایت کیجئے
ہم بھکاری ہیں تو ہے داتا آپ کا یہ عرس ہے
قابلِ صد فخر ہے تیری غلامی کا شرف!
مہرباں، بندہ نوازا آپ کا یہ عرس ہے
دیر کیا ہے، وقت ہے اب کیجئے مجھ پہ عطا،
غوث اعظم میرے مولا آپ کا یہ عرس ہے
اولیا میں شان تیری ہے بمثلِ آفتاب
دل فزا و راحت رسا کیا آپ کا یہ عرس ہے
بادشاہ در پہ سکوں مسرور ہیں سارے یہاں
پیرِ پیراں دستگیرا آپ کا یہ عرس ہے
اسجگہ حاضر ہوا تو مل گیا دل کا سکوں!
دردِ فرقت کا مداوا آپ کا یہ عرس ہے
بٹ رہی ہیں نعمتیں عشق و محبت کی یہاں
میرے آقا شاہسوارا آپ کا یہ عرس ہے
ہے فضا معمور ساری نورِ ایماں سے شہا!
گمرہوں کے رہنما آپ کا یہ عرس ہے!!!
گوہر بندہ ہوں تیری نظر سے بالیقیں!
خذف تھا پہلے میں شاہا آپ کا یہ عرس ہے

خارِ مغیلاں!

اپنے منگتوں کو بدیں شان سخا دیتے ہیں
بے نیازِ غم کونین بنا دیتے ہیں

یہ بھی دیکھا ہے وہ جب ہوتے ہیں مائل بکرم
وسعتِ دامنِ ساحل بھی بڑھا دیتے ہیں

دوستو! آؤ محمد کی غلامی کرلیں
یہ ہیں جو بندوں کو مولا سے ملا دیتے ہیں

جب بھی جاتا ہے کہیں فردِ ندامت لیکر
سب تیرے دامنِ رحمت کا پتہ دیتے ہیں

دستِ کفار میں توحید و نبوت کی قسم
سنگریزے بھی رسالت کی صدا دیتے ہیں

دشتِ طیبہ میں بہر گام تیرے آبلہ پا!
سرخیٔ خارِ مغیلاں کا پتا دیتے ہیں

عدل کا وقت ہے یارب تیری دنیا والے
مجھ کو ناکردہ گناہوں کی سزا دیتے ہیں

یہ کوئی بات نہیں بدر جو بن جائے ہلالؔ
وہ تو ذروں کو بھی خورشید بنا دیتے ہیں

افضل حسین شاہِ محبانِ اولیاء
ہیں باخدا بہارِ گلستانِ اولیاء

سینے میں ان کے نورِ حقیقی ہے جلوہ گر
ہیں دل ربا، ہیں یہ صاحبِ عرفانِ اولیاءٔ

قلب و نظر میں علم لدنی ہے ضوفشاں،
چہرہ ہے ماہتابِ درخشانِ اولیاء

مسند نشین ہیں شاہ جماعت کے بالیقیں
واللہ فخرِ ملت و ذی شانِ اولیاء

پیدا کُشی ہیں فخرِ ولایت شہِ زماں،
الحافظ و الحاج ہیں یہ جانِ اولیاء

اخترؔ حسین جوہرِ ملت کے ہیں چراغ
روشن ہوا ہے ان سے دبستانِ اولیاء

اظہرؔ پہ اک نگاہِ کرم اے میرے حضور!
اظہر بھی ہے بحق ثنا خوانِ اولیاء

محمد ظہیر الدین اظہرؔ
نقشبندی جماعتی

فرموداتِ شیخ فریدالدین عطارؒ

چند باتوں سے ہے بڑھتی آبرو — صاف بتلاؤں اگر عاقل ہے تو!

کر سخاوت ہے اگر تو مال دار! — تاکہ بخشے تجھ کو عزت کردگار

ہو تحمل اور وفا تیرا شعار — تاکہ دنیا میں رہے تو باوقار

جو کرے لطف و عطا مخلوق پر — ہو جہاں میں اس کی عزت بیشتر

آبرو ہوتی ہے بخشش سے فزوں — ہے بخیلوں کا ہمیشہ سرنگوں

راز دشمن سے رہے تیرا نہاں — دوستوں پر کر نہ رازِ دل عیاں!

دوسروں کا عیب چیں ہرگز نہ ہو — تاکہ تیرا کوئی پردہ در نہ ہو!

ہو نہ ہرگز خواہش دل کا غلام — ہوں بسر تیرے سکوں سے صبح و شام

ہر طرف مت دوڑ رکھ کوتاہ ہاتھ — تاکہ تیرا وعظ بھی دے تیرا ساتھ

قدر کر انسان کی اے عالیمقام — تاکہ تیری قدر پہچانیں عوام!

ہو ظفر یاب اپنے دشمن پر اگر — بخش دے اس کی خطا سے درگذر

قدر و قیمت جس کی لوگوں میں نہیں — اس کو مردہ جان وہ زندہ نہیں،

صبر و علم و حلم ہیں دل کی غذا، — حرص و بغض و کینہ پیغامِ فنا

تو اگر دانا ہے اور اہلِ ہنر
دیکھ اوروں کو نہ ہو تو خود نگر!

رعنا نظامی

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت امیر ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی زندگی کا آخری ورق

اور تسبیح چھوڑ دی۔ اب پھر آپ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ مولوی قاری الحاج عبد الرشید صاحب اور حافظ خادم حسین صاحب نے پیر ملنا اور کسی نے پنکھا جھلنا شروع کر دیا۔ سکتہ رفع ہونے پر آپ نے پنکھا بند کرا دیا اور پھر انگلیوں پر کچھ پڑھتے رہے۔ آپ نے پھر اٹھانے کو فرمایا۔ آپ کو اٹھا کر پیشاب کے لئے ظرف رکھا گیا لیکن پیشاب نہ آیا۔ اب آپ پر پھر سکتہ طاری ہو گیا۔ پیر ملے جا رہے ہیں۔ نبض دیکھی جا رہی ہے قلب کی حرکت کا اندازہ کیا جا رہا ہے۔ اسی عالم میں آپ نے دو دفعہ فرمایا۔ اختر اختر۔ جو بہت قریب سے سنا گیا۔ اس پر صاحبزادہ صاحب حضور کے قریب سے قریب تر ہو گئے لیکن جنبش لب کے سوا کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ صاحبزادہ صاحب موصوف نے دوا کے لئے عرض کیا۔ آپ نے اشارہ سے انکار فرمایا۔ ادھر عبد العزیز صاحب نے ایک ہاتھ قلب پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے نبض دیکھنا شروع کیا، سرہانے سے تکئے ہٹا لئے گئے اور صاحبزادہ سید حیدر حسین شاہ صاحب نے چمچے سے پانی دہن مبارک میں ٹپکایا۔ ساڑھے دس بجے عبد العزیز صاحب نے نبض سے ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا۔ ہائے شاہ جماعت چل بسے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آہ مولانا الحاج ہادی سید جماعت علی صاحب
رضی اللہ عنہ

اس وقت کرہ میں جمیع صاحب زادگان اور خدام حاضر تھے اور ملحقہ کمرے میں مستورات اہلبیت و دیگر مہمان عورتوں کی آہ و زاری۔ گریہ و ماتم سے در و دیوار سقف و بام ہل گئے کہرام مچ گیا۔ فرش سے عرش تک فضا نالہ و شیون سے گونج اٹھی۔ کیوں نہ ہو آج ملت بیضا کا سرپرست دین مصطفوی کا سچا علمبردار۔ شمع رسالت کا پروانہ۔ اسلام کا حامی قرآن کا حامل دنیا سے کوچ فرما گیا۔ غم و اندوہ کا عالم ناقابل بیان ہے رات ہی رات میں اطراف کے دیہاتوں میں خبر پہنچ گئی۔ اور لوگ کشاں کشاں چلے آ رہے ہیں۔ ان میں مرد عورت بچے بڑھے جوان سب ہی شامل ہیں۔ جو آتا ہے طوفان گریہ ساتھ لاتا ہے۔ صاحبزادہ الحاج پیر نور حسین شاہ صاحب نے اسی وقت آدمیوں کو بھیج کر تار کے ذریعے یاران طریقت کو اطلاع کرا دی اور بعض مقامات پر خود آدمی چلے گئے۔ رات ہی رات دور دور خبر پہنچ گئی اور صبح ہوتے ہوتے آنے والوں کا سلسلہ اتنا بڑھ گیا کہ شمار مشکل ہو گیا۔

۳۱ اگست: پسرور، نارووال، سیالکوٹ، وزیر آباد، گوجرانوالہ، لاہور، جھنگ وغیرہ اور ان کے ملحقہ دیہاتوں سے

ارادت مند اور مشتاق زیارت بکثرت چلے گئے۔ ہر طرف آہ و بکا ہر سمت گریہ کی دلخراش صدا تھی۔ کسی کو ہوش نہ تھا۔ حویلی تو حویلی گاؤں میں اس قدر ہجوم تھا کہ تل دھرنے کو کہیں جگہ نہ تھی۔ ادھر ریل سے اور ادھر لاری اور دیگر ذرائع سے لوگ جوق در جوق چلے آ رہے تھے۔ بارہ بجے حضرت قبلہ و کعبہ فاضل اجل گرامی مرتبت صاحبزادہ الحاج پیر سید محمد حسین شاہ صاحب کی اجازت سے اعلیٰ حضرت کو غسل کے لئے کمرہ مبارک کے زیریں کمرے میں مولوی محمد عالم صاحب اور حاجی عبدالعزیز صاحب اور بندہ نے نہایت حزم و احتیاط سے ہاتھوں پر اٹھا کر درود و تسبیح پڑھتے ہوئے لے جا کر پہنچایا۔ اوپر سے نیچے لانا نہایت مشکل اور دشوار تھا عوام کی یہ حالت تھی کہ جسد مبارک پر گرے پڑ رہے تھے۔ مجمع کو روکنا سخت دشوار تھا۔

کمرہ غسل میں غسل شریف کے لئے دو دیگ گرم پانی پہلے سے پہنچا دیا گیا اور زمین کو چار پانچ فٹ گہرا کھودا جا کر اس پر تختہ غسل رکھا گیا تھا کہ آب غسل شریف کی بے ادبی نہ ہو۔ غسل کے لئے صابن۔ روئی۔ کافور اور آب زمزم لایا گیا۔ مولوی محمد عالم صاحب نے حضور کو غسل دینا شروع کیا۔ حاجی عبدالعزیز صاحب نے صابن ملا اور عبدالعزیز صاحب صراف اور سید احمد صاحب طرفین سے حضور کے جسم مبارک کو تھامے رہے۔ ماسٹر حاجی کرم الٰہی صاحب دیگ پر کھڑے ہو کر پانی کے لوٹے بھر بھر کر دیتے رہے اور بندہ ان کو آگے بڑھاتا رہا۔ غسل شریف میں صاحبزادہ الحاج سید نور حسین شاہ صاحب و صاحبزادہ الحاج سید انور حسین شاہ صاحب و صاحبزادہ سید اولاد حسین شاہ صاحب اور حاجی اللہ دتہ صاحب اور گاؤں کے چند افراد نے شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ اور غالباً سب باوضو تھے۔ غسل شریف مسنون طریقہ پہ دیا گیا۔ غسل شریف کے کمرہ کا جنوبی دریچہ اور شمالی دروازہ زیارت کے لئے کھلا رکھا گیا تھا۔ لوگ قطار کی شکل میں دونوں طرف باہر کھڑے نظارۂ حسرت کر رہے تھے۔ غسل کے بعد عبدالعزیز صاحب نے تولیہ سے حضور کا جسم مبارک خشک کیا۔

آخری لباس! اعلیٰ حضرت کے آخری لباس کے لئے عمدہ لٹھا (بہرک) منتخب کیا گیا اور اس کو مولوی محمد عالم صاحب نے پہلے پانی سے خوب دھو کر پاک صاف کیا اور پھر اس کو زمزم میں بھگو کر خشک کیا تھا اور موصوف ہی نے بامداد دیگر حضرات حضور کو لباس پہنایا۔ اس وقت حضور ایسے نظر آ رہے تھے جیسے ہمیشہ غسل کے بعد ہشاش بشاش۔ چہرہ مبارک سے بارش انوار کا سماں قابل دید ہے۔ غسل شریف کے دوران دیکھا گیا۔ تمام اعضاء مثل سابق حرکت کرانے پر حرکت کر سکتے ہیں۔ ان میں ذرہ برابر سختی یا تبدیلی نہیں آئی۔ جسم مبارک کیا تھا۔ پوست و استخوان کا ایک مجموعہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ قدرت نے اس مجموعہ پہ بار ہدایت رکھا تھا۔ اللہ اللہ!

اس کے بعد عمامہ باندھنے کی باری آئی۔ حاجی عبدالعزیز صاحب نے عمامہ کو عطر مل کر معطر کیا اور باندھا۔ واقعی اسی طرح باندھا۔ جس طرح حضور باندھا کرتے تھے۔ کوئی ڈیڑھ بجے اس کام سے فارغ ہوئے اور حضور کو چارپائی پر باہر لائے اور ایک دوسری چارپائی جس پر نہایت مکلف بستر کیا ہوا تھا اور آپ کے استعمال کے لئے رکھا گیا تھا جس پر آپ آرام فرمایا کرتے تھے۔ آپ کو منتقل کیا گیا۔ جس وقت آپکو کمرہ غسل سے باہر لایا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور دولہا ہیں

اور تمام حاضرین براتی اوپر نیچے سقف در در غرض ہر جگہ مردو
زن کا سیلاب ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور ہر ایک حضور کے غم
فراق میں نڈھال ہو رہا تھا۔ مرد عورت بچے بوڑھے جوان
سب ہی حضور کی زیارت کے لئے مدد رجہ بے چین دیوانہ وار
ٹوٹ پڑے اور یہ کھڑے رہنے والوں کو زیارت کرانے کی
غرض سے حضور کی چارپائی ہاتھوں پر اٹھالی گئی اور بڑی دیر
تک لوگ اس طرح زیارت سے مستفیض ہوتے رہے۔
اس کے بعد حویلی کے وسیع صحن میں چارپائی کو رکھا گیا۔ لوگوں
کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ تل دھرنے کو کہیں جگہ نہیں تھی انتظام
کرنا سخت مشکل ہو گیا ہے۔ کہیں بچوں کی چیخ پکار ہے کہیں
جوان کھڑے رو رہے ہیں۔ کہیں عورتیں سسکیاں لے رہی
ہیں۔ کہیں بوڑھے نالہ کر رہے ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے۔ کوئی
کچھ کہتا ہے۔ غرض ہر ایک یہ محسوس کر رہا تھا کہ دنیا اس کے
حق میں تاریک ہو گئی ہے۔ حیف صد حیف

عاشق کا جنازہ تھا بڑی دھوم سے نکلا

یہاں سے چار بجے کے قریب حضور کی شاہانہ سواری
زنانہ حویلی کی طرف روانہ ہوئی۔ کیونکہ اہل بیت صبح سے زیارت
کے انتظار میں تھے۔ یہاں سے کوئی ایک گھنٹہ کے بعد آپ
کو مسجد نور میں لایا گیا۔ مسجد کا وسیع صحن اور اس کے اطراف
کی تمام جگہ حتیٰ کہ سقف مسجد مشتاقان دید سے معمور ہو گیا۔
لوگ آتے جا رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ انسانوں کا
لا متناہی سیلاب امڈ آیا ہے۔ سینکڑوں لوگ حضور کی جلوہ گاہ
میں حاضر ہو کر زیارت کرتے رہے۔ حضور کی چارپائی کے اطراف
حفاظ اور دیگر حضرات نے تلاوت کلام مجید شروع کر دی۔
یہاں اعلیٰ حضرتؒ کے پیرزادہ حضرت گرامی مرتبت صاحبزادہ
محمد شفیع صاحب چوراہی بھی تشریف فرما ہوئے۔ اور
دور سے چارپائی پہ حضور کو دیکھ کر بے اختیار زار و قطار
رو پڑے اور بڑی دیر تک افسوس فرماتے رہے اور اسی
جگہ سید مہدی علی شاہ صاحب کو دواخانہ (ہسپتال) سے
لا کر حضور کی زیارت کرائی گئی۔ کیونکہ شاہ صاحب موصوف
ان دنوں زیر علاج تھے۔ مسجد نور سے چارپائی کو ہزاروں
اشخاص نے اٹھا کر نماز کے لئے علی پور شریف کے نہایت وسیع
میدان میں کثیر التعداد اشخاص نے نماز میں شمولیت کی
جن کی تعداد کم و بیش ۲۵ - ۳۰ ہزار ہو گی۔ امامت کے
فرائض صاحبزادہ حضرت پیر محمد شفیع صاحب نے ادا
فرمائے اور دعا مانگی گئی۔ اس وقت تک لاہور، قصور،
ملتان اور دیگر مقامات کے ہزاروں یاران طریقت بھی
آ گئے تھے۔

ابدی آرام گاہ: صبح دس بجے کے بعد گرامی قدر
صاحبزادگان عالیشان اور دیگر بزرگ حضرات نے مسجد
نور کے جنوب میں حضور کے باغ میں آرام گاہ کے لئے
جگہ منتخب فرمائی۔ اور صاحبزادہ الحاج پیر سید اختر حسین
شاہ صاحب کی نگرانی میں آرام گاہ تیار کی گئی تھی۔ زمین کو
نیچے سے اینٹوں سے بھر کر چاروں طرف سے ایک اینٹ
کی غالباً پانچ فٹ اونچی دیواریں بنائی گئیں اور اسی قدر
لکڑی کا نیا صندوق بنوا کر اس میں رکھا گیا۔ صندوق میں
میں روئی بچھائی گئی اور یاروں نے گلاب کے پھول بکثرت
اندر بچھا دئے گئے اور اس میں آب زمزم عرق گلاب اور مشک
کافور اور خاک شفا مدینہ منورہ حضور کی طبیعت کی مناسبت
سے اس صندوق میں ڈالے گئے۔ ساڑھے چھ بجے حضوری

کی سواری آرام گاہ پر نزول فرما ہوتی۔ یہاں کچھ دیر کے لئے
حضور کی چارپائی کو فرش پر رکھ دیا گیا۔ لوگ جوق در جوق
زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ یہاں تک کہ دن کا چہرہ فرط
غم سے زرد ہو گیا۔ اور ادھر سورج دن کی کیفیات سے
تدفین: متاثر ہو کر آخری سلام کرتا ہوا رخصت ہوا۔

اور ادھر اس شہنشاہ کو خلوت کدہ میں پہنچانے کی تیاری
کی گئی۔ چارپائی کو اٹھا کر صندوق کے قریب لایا گیا۔
صندوق میں مولوی محمد عالم صاحب اور حضرت پیر ولایت
شاہ صاحب اتر گئے اور باہر حضرت صاحبزادہ سید
نور حسین شاہ صاحب اور حاجی عبدالعزیز صاحب اور
صراف عبدالعزیز صاحب۔ افتخار احمد صاحب قصوری
اور بندہ کھڑے رہے اور دیگر صاحب زادگان اور
جاں نثار باہر فرش پر موجود تھے۔ حضور کو چارپائی سے
اٹھا کر ابدی آرام گاہ میں پہنچایا گیا۔ زیارت کے لئے وقفہ
دیا گیا۔ پھر چہرہ مبارک پر کعبہ شریف کا غلاف اڑھایا گیا۔
اور سینہ پر روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاف کا کپڑا بھی
تبرکاً رکھ دیا گیا۔ اور صندوق کا ڈھکنا بند کر دیا گیا۔ ادھر
مؤذن نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر: لوگ نماز
مغرب کے لئے روانہ ہوئے۔ اکثر لوگ اسی وقت اپنے
اپنے مقامات پر واپس چلے گئے اور بہت سے رہ گئے۔

روضہ مبارک پر صاحبزادہ سید حیدر حسین شاہ
صاحب ٹھہر گئے اور اپنی نگرانی میں تلاوت قرآن مجید شروع
کرائی۔ چنانچہ مدرسہ کے طلبہ حفاظ اور دیگر یاران نے رات
بھر میں کئی قرآن ختم کئے۔

یکم ستمبر: کی صبح سے پھر لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا
جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ بارہ بجے پیر صاحب
گولڑہ شریف بھی اپنے صاحبزادوں کی معیت میں تشریف
لائے اور بہت روئے اور افسوس کے ساتھ فرماتے رہے
کہ حضور نے گذشتہ سفر حج کے موقعہ پر مدینہ شریف میں مجھ
پر بے حد مہربانیاں کی ہیں۔ وغیرہ۔

ہر گاڑی پر لوگ بکثرت پہنچتے اور روضہ مبارک پر
حاضر ہو کر دھاڑیں مار مار کر روتے اور زیارت کے لئے
بے چین اور مضطرب ہوتے تھے۔ اس پر صاحبزادہ الحاج
سید حیدر حسین شاہ صاحب نے گاڑیوں کے اوقات پر صندوق
مبارک کھولنے کا بندوبست فرمایا جس سے آنے والوں کی
دلجوئی ہو گئی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کا یہ احسان ایک
ایسا احسان ہے۔ جو نہ صرف عظیم ہے بلکہ ناقابل فراموش بھی۔
کہ آپ نے حضور کے غلاموں کے درد کو اسی شدت سے
محسوس فرمایا۔ جیسا کہ ان کے دلوں میں تھا۔ دعا ہے کہ اللہ
تعالیٰ صاحبزادہ صاحب موصوف کے درجات بلند سے
بلند تر فرمائے۔ آمین!

چنانچہ اس روز پانچ چھ مرتبہ صندوق مبارک کھولا
گیا اور زیارت کرائی گئی۔ شام کے سات بجے تک ہزاروں
غلاموں نے کئی بار زیارت کی باوجودیکہ یہ حضور پر تیسرا دن
تھا مگر چہرہ پر وہی جلال۔ لبوں پر وہی تبسم۔ اعضا کی وہی
سجاوٹ بلکہ ماتھے پر پسینے کی بوندیں نمودار ہو گئیں اور
خوشبو سے صندوق مہک رہا تھا۔ شام کے سات بجے آخری
مرتبہ زیارت کرائی گئی اور صندوق ہمیشہ کے لئے بند کر دیا
گیا۔ آہ۔ ثم آہ۔ ثم آہ!

یہاں ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ

کے پائے مبارک مزار میں دراز نہیں۔ بلکہ نیچے کی طرف
خمیدہ ہیں، کیونکہ آپ نے کئی دن پہلے سے پیر دراز
نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ یہ فعل مطلقاً ترک کر دیا تھا۔ اس کے
متعلق حکیم خادم علی صاحب نے عرض بھی کیا کہ حضور پیر
دراز کرنے میں کوئی تکلیف محسوس فرماتے ہیں۔ آپ نے
جواب دیا کہ حکیم جی جی نہیں کرتا اور ایک اور صاحبزادہ
سید حیدر حسین شاہ صاحب کے عرض کرنے پر فرمایا کہ کبھی
ساری عمر نہیں کئے تو اب کیا کرنا ہے۔ حضور کی عادت
شریف تھی کہ کمرہ میں جب مہمان ہوں تو آداب محفل کے
لحاظ سے پیر دراز نہیں فرماتے تھے۔ نہ زمانہ علالت میں
نہ بعالم صحت۔ اور چند روز سے آپ نے پیر دراز کرنا مطلقاً
موقوف فرما دیا تھا۔ اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ
حضور کو آداب محفل کا بعید لحاظ تھا اور اس کا بھی کامل
احساس تھا کہ لوگ آپ کی زیارت کے لئے آئیں گے اور
وہ پائین میں کھڑے ہو کر اگر فاتحہ خوانی کریں تو کلام
الٰہی کی بے ادبی ہوگی۔ اس لئے آپ نے تا دم آخر پیر
دراز نہیں فرمائے۔ بلکہ عبدالعزیز صاحب نے رحلت
سے چند منٹ پہلے پورے زور سے پیر سیدھے کرنے
چاہے مگر نہ ہو سکے۔ سبحان اللہ! حضور کے پسماندگان
میں تین صاحبزادے، ایک صاحبزادی چار پوتے اور
ایک نواسہ شامل ہیں اور دیگر لواحقین ان کے علاوہ
ہیں۔

بقیہ: عرس شریف از صفحہ ۲۴

سجادہ نشین و متولی نے عرس شریف کے شاندار
انتظام و انصرام کے لئے قابل مبارک باد ہیں۔ چار دن تک
روزانہ تین وقت تمام مہمانوں اور حاضرین کی پرتکلف لنگر
شریف سے تواضع کی گئی۔

کرنال کے ضلع انتظامیہ کے تمام عہدیدار خصوصاً
محکمہ پولیس اور میونسپلٹی کے عہدیداران نے عرس شریف
کے انعقاد کے موقع پر ہر طرح کا تعاون کیا۔ اور بہتر
انتظامات و صفائی سے زائرین درگاہ شریف کو
ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی جس کے لئے بانیان عرس شریف
مشکور ہیں۔

عرس کی تمام تقریبات کے موقع پر حضرت محبّ
ملت نے شاہزادگان امیر ملت کی سلامتی و صحت کی دعا
فرمائی اور خاص طور پر جانشین اعلیٰحضرت عظیم البرکت امیر
ملت حضرت ولی کامل علامہ الحاج حافظ قاری پیر سید
افضل حسین شاہ صاحب قبلہ و کعبہ دامت برکاتہم القدسیہ
کی صحت و سلامتی و درازی عمر کے لئے دعا مانگی گئی۔

اپنے آقا کی یاد میں !!

عجب رنگ اپنا فلک نے ہے بدلا!
گئے یک بیک ہم سے منہ موڑ کر آہ
جو جانِ عرب دلستانِ عجم تھے !!
وہ خضرِ شریعت امامِ طریقت
ہوئی گل وہ شمعِ ہدایت کہ جس سے
سخاوت میں اپنی نظیر آپ ہی تھے،

بدل ہی گیا دم میں ہستی کا نقشہ
جماعت علی شاہ ! آقا د مولا
گئے وہ زمانے کی نظروں سے پردا !
وہ بے مثل ہادی تھے شیخِ زمانہ
زمانے میں پھیلا ہوا تھا اجالا
محبت میں یکتا مروت میں یکتا

علی پور میں آپ رہتے تھے لیکن
تصور میں رہتا تھا ہر دم مدینہ

کئی دن ہوئے روئے انور کو دیکھے !!
کشاکش میں ہے مبتلا جان پُر غم،
تمہاری تڑپ ہے تمہاری لگن ہے
بہت مضطرب ہے مرا قلب للہ !
کبھی خواب ہی میں تو بہر تسلی !
بلا لیجئے اپنے قدموں میں حضرت!

ذرا اپنا جلوہ دکھا دو خدارا
نہ مرنے پہ قابو نہ جینا گوارا
تمہاری ہی دھن ہے تمہارا ہی سودا !
جمالِ جہاں آرا دکھلائیے گا
چلے آئیے گا، چلے آئیے گا !
نہیں اب زیادہ جدائی گوارا !

مدد کیجئے گا کلیم حزیں کی
نہیں غم اٹھانے کا اب اس میں یارا

بتقریب چہلم شریف ۷ راکتوبر ۱۹۵۱ء از بندہ عاجز غمگین کلیم

صاحبزادہ قاری
کفایت احمد رتوی
کراچی

حضرت علامہ مولانا مفتی !

عطا محمد صاحب رتوی رحمۃ اللہ علیہ

عالم یگانہ، عارف کامل حضرت علامہ مولانا مفتی عطا محمد صاحب رتوی ابن حضرت علامہ مولانا مفتی امام الدین رتوی قدس سرہما ۱۳۰۱ھ ۱۸۸۳ء میں بمقام رتہ شریف تحصیل چکوال میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد جید عالم دین، صاحب حال بزرگ اور حضرت علامہ مولانا خواجہ غلام نبی للّٰہی قدس سرہ کے خلیفۂ مجاز تھے۔ حضرت علامہ مولانا مفتی عطا محمد صاحب رتوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد والد ماجد سے سکندر نامہ تک فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں کچھ دن موضع یوسف شاہ سرگودھا اور کچھ دن بریلی شریف رہے پھر کھوٹہ ضلع ملتان میں صرف و نحو کے امام حضرت مولانا حافظ جمال اللہ خلیفہ مجاز حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تین سال کے عرصے میں تمن متین اور قطبی تک کتابیں پڑھ لیں۔ ازاں بعد استاد محترم کی اجازت سے دہلی گئے اور کوچہ بلی ماراں میں قیام کیا۔ لیکن یہاں اطمینان حاصل نہ ہوا۔ اس لئے شہرۂ آفاق فاضل حضرت علامہ مولانا فضل حق رامپوری قدس سرہ کی خدمت میں رامپور حاضر ہوئے اور مدرسہ عالیہ

میں داخل ہو کر سات سال تک درسیات کی کتب متداولہ کی تکمیل کی۔ حضرت مولانا علامہ فضل حق رامپوری نے اسی مدرسہ میں بحیثیت مدرس کام کرنے کی پیشکش کی۔ لیکن حضرت مفتی صاحب نے عرض کیا کہ اس سلسلے میں والد صاحب سے اجازت لینا بہت ضروری ہے۔ عریضہ تحریر کیا تو محترم والد صاحب نے اجازت نہ دی۔ اور تاکیداً واپسی کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ کو مجبوراً واپس آنا پڑا حضرت مفتی صاحب کو والد محترم نے بچپن ہی میں حضرت علامہ خواجہ دوست محمد للّٰہی قدس سرہٗ خلف رشید حضرت علامہ خواجہ غلام نبی للّٰہی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کرا دیا تھا۔ رامپور سے واپسی پر پہلے للّٰہ شریف وارد ہوئے تو حضرت خواجہ حافظ محبوب الرسول قدس سرہٗ بنفس نفیس استقبال کے لئے اسٹیشن پر تشریف فرما تھے۔ گھر پہنچنے پر والد محترم نے درس و تدریس کا کام آپ کے سپرد کر دیا اور موضع رتہ شریف تحصیل چکوال ''الیاد و افادہ'' دیہات آپ کے دم قدم سے گہوارۂ علمی بن گیا۔ اٹھارہ بیس سال تک اس فریضہ کو باقاعدگی سے ادا کرتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ والد صاحب سے روحانی استفادہ کرتے رہے۔ کیونکہ آپ کی رامپور سے واپسی سے پہلے ہی آپ کے

مرشد حضرت علامہ خواجہ دوست محمد صاحب للّٰہی قدس سرہٗ
کا وصال مبارک ہو چکا تھا۔ بعد ازاں تعلیمی مشاغل سے
کنارہ کش ہو کر عبادت و ریاضت اور خلق خدا کی اصلاح
و ہدایت میں ہمہ تن معروف ہو گئے۔ حضرت علامہ مولانا مفتی
عطاء محمد صاحب رتوی اپنے دور کے بہترین مقرر اور خطیب
و ممتاز عالم دین وجید مناظر تھے۔ جب آپ روح پرور آواز
سے مثنوی شریف کے اشعار پڑھتے تو یوں محسوس ہوتا تھا
کہ پوری فضا جھوم رہی ہے۔ لٹہ شریف میں معراج شریف کی
تقریبات میں آپ کے والد بزرگوار نے تقریباً تیس سال تک
اور حضرت قبلہ مفتی صاحب نے چالیس سال تک شرکت کی
اور حاضرین کو اپنے وجد آفریں بیانات سے مستفید کیا۔
آپ کے علمی نکات اور حقائق وحکم سے معمور بیانات نصف
شب سے شروع ہو کر صبح تک جاری رہتے۔ سامعین کو
محویت کے عالم میں رات کے گذرنے کا احساس تک نہ ہوتا
حضرت علامہ مفتی عطاء محمد رتوی کے مریدین تلامذہ اور
فیضیافتہ افراد کی بہت زیادہ تعداد ہے۔ لٹہ شریف کے
موجودہ سجادہ نشین حضرت علامہ مولانا حافظ صاحبزادہ
الحاج محمد مطلوب الرسول صاحب مدظلہٗ العالی سات سال
تک آپ سے روحانی استفاضہ کرتے رہے ہیں۔ حضرت
علامہ مفتی صاحب کے وصال کے بعد آپ کے چھوٹے
صاحبزادے حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القدوس صاحب
ہاشمی مذہبی رہنما گورنمنٹ کالج سرگودھا فاضل مرکزی حزب
الاحناف لاہور ۱۹۵۷ء میں آپ کے جانشین ہوئے۔
حضرت قبلہ ہاشمی صاحب مدظلہٗ العالی جید عالم دین اور خوش
بیان خطیب ہیں۔ بری رسموں کو مٹانے اور اصلاح معاشرہ
کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔ ۱۰ رجب ۱۹۵۷ء کو
حضرت علامہ قبلہ مفتی عطا محمد صاحب رتوی قدس سرہ
کا وصال ہو گیا۔ موضع رتہ شریف تحصیل چکوال میں والد
ماجد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپکا مزار شریف مرجع خلائق
بنا ہوا ہے۔ ہر سال ۱۰ رجب کو حضرت علامہ مولانا مفتی
عبد القدوس صاحب ہاشمی مدظلہٗ کے زیر اہتمام حضرت مفتی
صاحب قدس سرہ کا عرس شریف بڑے تزک و احتشام سے
منایا جاتا ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

بقیہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ از صفحہ ۱

اور زرہ عطا کی اور مصلّٰی اور مصحف بھی عطا فرمایا۔ اور
پھر ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ امانتیں ہیں
جو خواجگان چشت سے سلسلہ بسلسلہ ہمارے پاس آئی ہیں۔
یہ امانتیں اب میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ جس طرح ہم
نے اس کا حق ادا کیا تم بھی اس کا حق ادا کرتے رہو۔
تاکہ قیامت کے دن اپنے بزرگوں کے روبرو شرمندگی نہ
ہو۔ بختیار کاکی نے شکرانہ اور دوگانہ ادا کیا۔ خواجہ صاحب
نے ارشاد فرمایا اچھا اب جاؤ تمہیں اللہ کے سپرد کیا۔
اور منزل گاہ عزت تک تمہیں پہنچا دیا۔ خواجہ قطب الدین
قطب کاکی فرماتے ہیں کہ دہلی پہنچنے کے چالیس روز کے اندر
ہی یہ خبر آ گئی کہ اجمیر سے میرے روانہ ہونے کے ۲۰ دن
بعد خواجہ خواجگان بقید حیات رہے۔ اس کے بعد انتقال
فرمایا۔

شفیق بریلوی

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری!

حضرت داؤد علیہ السلام دعا اور مناجات لے کر آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام قانون لے کر آئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زہد و اخلاق لے کر آئے۔ لیکن حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دعا اور مناجات بھی لائے۔ قانون بھی زہد و اخلاق بھی اور ان سب کا مجموعہ الفاظ و معنی میں قرآن و عمل میں سیرت محمدی ہے اور اسی کی جھلک ہمیں اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام کی سیرتوں میں دکھائی دیتی ہے۔ یہ اولیاء اصفیاء نبیوں ہی کے حقیقی سفیر و جانشین ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے صحیح معنوں میں واقف ہونے کے لئے بارگاہ محمدی تک رسائی ضروری ہے۔ کیونکہ وہاں پہنچے بغیر وہ جادہ نہیں ملتا جو صراط مستقیم ہے اور بارگاہ محمدی تک پہنچانے میں اولیاء اصفیاء ہمیشہ سہارا بنے رہے ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی نقش پائے نبوی تک پہنچانے والوں میں ایک ممتاز ولی اللہ اور ایک مشہور بزرگ ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی تک جتنے بزرگ ہوئے وہ سب اسی سلسلہ حق کے مینارۂ نور ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ تھے، صفائے قلب کی تعلیم ہمیں ابتداء ہی سے ملی ہے۔ اور یہی تربیت انسانی ہے اور یہی تصوف ہے جس کو قرآن میں 'احسان' کہا گیا ہے۔ جو آخری دور میں سرکار دو عالم، ہادی برحق حبیب رب جلیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ صفائے قلب اور تزکیہ اخلاق و کردار کے ساتھ احکام خداوندی کی صورت میں ہمیں ملی ہے۔ جس کا آئینہ سیرت محمدی ہے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ روحانی سلسلہ کے امام ارباب طریقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رجب المرجب ہی میں اس دنیائے آب و گل میں تشریف لائے اور وصال بھی رجب میں فرمایا۔ آپ کی ولادت سیستان کے قصبہ سنجر میں ۱۴ رجب المرجب ۵۳۷ھ نبوی میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ غیاث الدین حضرت سیدنا امام حسین ؓ کی اولاد میں سے تھے۔ اور آپ کی والدہ محترمہ حضرت بی بی ماہ نور حضرت سیدنا امام حسن ؓ کی اولاد میں سے تھیں۔ اس طرح آپ حسنی اور حسینی سید تھے۔ آپ کی قرابت داری حضرت سیدنا محی الدین عبدالقادر گیلانی سے بھی تھی۔ ان کے دادا سید عبداللہ بن یحییٰ زاہد حضرت معین الدین چشتی کی والدہ حضرت بی بی ماہ نور کے بھی دادا تھے۔ اس رشتہ سے خواجہ معین الدین چشتی کی والدہ سیدنا

محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی چچازاد بہن ہیں اور خواجہ معین الدین چشتی سیدنا محی الدین عبدالقادر گیلانی کے بھانجے ہیں۔
ایک دوسرا رشتہ یہ بھی ہے کہ سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی کی والدہ بی بی سیدہ ام الخیر فاطمہ ثانی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی ننھیالی رشتہ میں خالہ اور ددھیالی رشتہ میں بہن ہیں

حضرت خواجہ معین الدین چشتی ابھی صغیر سن ہی تھے کہ اچانک آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ غیاث الدین نے ۵۵۲ھ نبوی میں انتقال فرمایا اور کچھ ہی عرصہ بعد والدہ محترمہ حضرت بی بی ماہ نور بھی جنت کو سدھاریں۔ آپ کے ترکہ پدری میں ایک باغ اور ایک پن چکی آئی۔ ایک دن آپ باغ میں لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت ابراہیم قندوزی مجذوب کا ادھر سے گذر ہوا خواجہ معین الدین چشتی نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کی پذیرائی کی اور تازہ انگور سے ان کی تواضع کی۔ مجذوب اس اخلاق و خلوص سے بہت متاثر ہوئے۔
انہوں نے کشکول میں سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکالا اور دانتوں سے کاٹ کر آپ کے منہ میں رکھ دیا کھلی کا یہ ٹکڑا کھاتے ہی خواجہ صاحب کی دنیا بدل گئی۔ مجذوب تو رخصت ہوئے لیکن چنگاری آہستہ آہستہ سلگ رہی تھی وہ شعلہ بن کر بھڑک اٹھی۔ خواجہ صاحب نے چند ہی دن میں باغ اور پن چکی فروخت کر دی اس کی رقم فقراء و مساکین میں تقسیم کر دی اور خود طلب حق میں عازم سمر قند و بخارا ہوئے۔ اس دور میں سمر قند و بخارا اور اور بغداد ہی علوم اسلامیہ کے اہم ترین مراکز تھے آپ نے ثمرقند میں حضرت مولانا حسام الدین اور حضرت شرف الدین سے قرآن، تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ پھر آپ نے تلاش مرشد میں عراق و عرب کا سفر اختیار کیا۔ دوران سفر نواح نیشاپوری میں قصبہ ہارون آباد پہنچے وہاں حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے شرف نیاز حاصل ہوا۔ گویا ان کو اپنی منزل مل گئی۔

خواجہ معین الدین چشتی نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے دست حق پرست پر بیعت کی ڈھائی سال تقریباً پیرو مرشد کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کی ریاضت و مجاہدات کئے، اور جب روحانی تعلیم مکمل ہو چکی تو حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے خرقۂ خلافت دے کر رخصت فرمایا۔ آپ پیر و مرشد سے رخصت ہو کر سب سے پہلے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری و سلام کے لئے مدینہ منورہ پہنچے وہاں سے بخارا شریف آئے جہاں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ سے ملاقات ہوئی۔ یہاں سے بغداد شریف پہنچے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو بغداد ہی میں مسجد امام ابولیث سمر قندی میں شرف بیعت نصیب ہوا۔ اس وقت بیعت کے وقت شہاب الدین سہروردی شیخ اوحد الدین کرمانی شیخ برہان الدین چشتی اور شیخ محمود اصفہانی بھی شریک مجلس تھے، خواجہ معین الدین چشتی کو خواجہ بختیار اوشی سے کمال درجہ کی محبت تھی۔ آپ نے اپنے مرید کو بہت جلد تمام سلوک طے کرا دیئے اور خلافت عطا فرما کر مریدان صادق الاعتقاد کی تربیت ان کے سپرد کی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی بغداد سے ہمدان آئے جہاں شیخ یوسف ہمدانی سے ملاقات کی وہاں سے تبریز آئے جہاں شیخ تبریزی کی خدمت میں چند ایام گذارے وہاں سے اصفہان گئے۔ جہاں شیخ محمود صفہانی سے ملاقات ہوئی۔ اصفہان سے آپ خرقان گئے۔ جہاں تقریباً دو سال تک ہدایت خلق فرماتے رہے پھر استر آباد آئے جہاں

شیخ ناصر الدین استرآبادی کی صحبت رہی۔ بعدہٗ ہرات کا عزم فرمایا۔ یہاں آپ پر اکثر بے خودی طاری رہتی تھی۔ راتیں خواجہ عبداللہ انصاری کے مزار پر بسر کیا کرتے تھے۔ آپ کے گرد لوگوں کا ہجوم رہنے لگا تو سبزوار تشریف لے گئے۔ سبزوار کے حاکم وقت یادگار محمد جو فاسق و فاجر تھا اس نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور پھر وہ خاصانِ خدا میں سے ہوا۔ آپ نے اس کو حصار شادمان میں ہدایت خلق کے لئے متعین کیا اور خود بلخ تشریف لے گئے۔ یہاں ضیاء الدین فلسفی نے آپ کے ہاتھ پہ توبہ کی۔ آپ نے اس کو تعلیم و تلقین فرما کر بلخ میں اپنا جانشین بنایا اور خود عازم غزنی ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے خود ہدایت پھیلانے کے لئے ہندوستان کا رخ کیا۔ عازم ہندوستان ہونے کے بارے میں مشہور روایت ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم نے عالم رویا میں بشارت فرمائی۔ "اے معین الدین تو میرے دین کا معین ہے۔ تجھے ہندوستان جا کر اجمیر کو اپنا مسکن بنانا چاہیئے۔ وہاں کفّار کا زیادہ غلبہ ہے۔ تیرے قدوم کی برکت سے اللہ تعالیٰ وہاں اسلام کو آشکار اور سربلند فرمائے گا۔

خواجہ معین الدین چشتی ۵۶۱ ہجری میں ہندوستان آئے۔ پہلے ملتان میں چند دن قیام فرمایا۔ پھر لاہور تشریف لائے اور حضرت شیخ علی ہجویری داتا گنج بخش کے مزار مبارک پر چلّہ کشی کی۔ خواجہ صاحب کی چلّہ گاہ اب تک داتا صاحب کے مزار کے قریب موجود ہے۔ خواجہ صاحب نے داتا گنج بخش کے مزار اقدس سے رخصت ہوتے وقت یہ شعر پڑھا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

خواجہ معین الدین چشتی لاہور سے دہلی تشریف لے گئے۔ جہاں اس دور میں کفر و الحاد کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ خواجہ صاحب یہاں کچھ عرصہ قیام فرمایا پھر اپنے خلیفہ خاص حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کو ہدایت خلق اللہ کے لئے متعین فرما کر خود اشارہ رسولؐ کے مطابق اجمیر کا قصد کیا۔

خواجہ صاحب اجمیر پہنچے تو وہاں پرتھوی راج حاکم ہند کے لوگوں، جوگیوں اور جادوگروں وغیرہ نے سخت مزاحمت کی کہ خواجہ صاحب اجمیر کو اپنا مسکن نہ بنائیں۔ لیکن خواجہ صاحب تو اسلام کی شمع روشن کرنے کے لئے خاص طور پر بھیجے گئے تھے وہ اپنے عزم سے کیسے باز آ سکتے تھے مخالفت ہوتی رہی مقابلہ ہوتا رہا۔ لیکن خواجہ صاحب مستقل مزاجی سے اپنا فرض ادا کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نتائج بھی بہتر سے بہتر سامنے آتے رہے راجہ پرتھوی راج کے مندر کا سب سے بڑا پجاری سادھو رام سب سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ خواجہ صاحب نے اس کا اسلامی نام شادی دیو رکھا۔ اس کے ساتھ ہی اجمیر کے مشہور جوگی اجے پال نے بھی اسلام قبول کیا۔ اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ یہ دونوں دعوت الی اللہ کے کام میں خواجہ صا[illegible] ساتھ ہو گئے۔ اور ان سے تبلیغ دین میں بڑی تقویت پہنچی۔ اب [illegible] کے محلات خود بخود حقیقت کے نورانی اثرات سے منہدم ہونے لگے تھے۔ پرتھوی راج نت نئے طریقوں سے خواجہ صاحب کو تکالیف پہنچانے اور پریشان کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن اس کی ہر تدبیر الٹی ہو جاتی۔ آخر پرتھوی راج

نے نہایت ناشائستہ الفاظ اور نہایت نامعقول انداز میں خواجہ صاحب کو اجمیر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ خواجہ صاحب اس کے حکم کو سن کر مسکرائے۔ اور فرمایا:

"صرف تین یوم کی بات ہے۔ ان تین یوم کے اندر یا تو میں اجمیر سے چلا جاؤں گا یا خود پرتھوی راج ہمیشہ کے لئے یہاں سے نکل جائے گا۔"

چنانچہ ولی اللہ کا فرمانا درست ہوا۔ تیسرے دن شہاب الدین غوری نے فوج کشی کی۔ پرتھوی راج لاکھوں کا لشکر لے کر تراوڑی کے میدان میں پہنچا۔ معرکہ جدال وقتال گرم ہوا۔ نتیجہ میں سلطان شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ بعد ازاں قتل کر دیا گیا۔ اجمیر میں اسلامی جھنڈا خواجہ معین الدین چشتی نے لہرایا۔ سلطان شہاب الدین غوری نہایت عجز و انکسار کے ساتھ خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے خواجہ صاحب سے شرف بیعت حاصل کیا۔

اجمیر اب سرزمین ہند میں اسلام کا گہوارہ تھا۔ سلطان شہاب الدین غوری کو واپسی کے وقت سید وجیہہ الدین مشہدی کو حاکم اجمیر مقرر کر گیا تھا۔ یہ بہت نیک طینت بزرگ تھے ان کی دختر بی بی عصمت اللہ سے خواجہ صاحب کا عقد ہوا۔ ان کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے۔ جن میں سب سے بڑے فرزند خواجہ ضیاء الدین تھے۔

خواجہ صاحب نے پہلا عقد ایک ہندو راجہ کی نو مسلم دختر سے فرمایا تھا جس کو حاکم پٹیل نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ان بی بی نے بخوشی اسلام قبول کیا تھا۔ اور ان کا اسلامی نام امت اللہ رکھا گیا تھا۔ ان کے بطن سے دو فرزند خواجہ فخر الدین ابوالخیر اور خواجہ حسام الدین اور لڑکی حافظہ جمال پیدا ہوئی۔ حسام الدین بچپن ہی میں انتقال کر گئے اور صاحبزادی بی بی حافظہ جمال کی شادی شیخ رضی الدین سے ہوئی۔ خواجہ صاحب کی نسل صرف خواجہ فخر الدین ابوالخیر سے چلی جو خواجہ صاحب کے وصال کے بعد تقریباً تیس سال تک آپ کی مسند پر سرفراز رہے۔ سیاسی ورق اُلٹ جانے کے باعث خواجہ صاحب کو تبلیغ اسلام میں بہت مدد ملی اور جوق در جوق لوگ اس دائرے میں داخل ہونے لگے۔ خواجہ صاحب ہر فرقہ کے ساتھ خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا کسی اور مذہب کا پیرو، خویش ہو یا بیگانہ، بہت خوش خلقی اور بہت تواضع سے پیش آتے تھے اور ہر مذہب وملت کے لوگ آکر آپ کے فیض و مشاہدہ سے بہرہ مند ہوتے تھے۔ آپ کی رحلت کو صدیاں گذر گئیں لیکن یہی حال اب تک آپ کے مزار مبارک کا ہے۔ ہر خاص و عام ہندو مسلمان سکھ عیسائی پارسی سب کا مرجع و مرکز بنا ہوا ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی کا وصال ۶ رجب المرجب ۶۲۷ھ نبوی مطابق ۲۱ مئی ۱۲۲۰ بروز دوشنبہ ہوا۔ خواجہ صاحب نے واصل بحق ہونے سے چند دن قبل خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو اپنے پاس بلایا۔ انہوں نے زمین بوسی کی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ نزدیک آؤ نزدیک گئے تو کلاہ و دستار مبارک اپنے دست مبارک سے بختیار کاکی کے سر پر رکھی اور اپنے پیرو مرشد حضرت عثمان ہارونی کا عصا

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

شاہینہ فیض خان
گوجرانوالہ

اسلام میں خواتین کے حقوق!

عہد حاضر میں مرد عورت میں مساوات کے نعرے بہت بلند ہو رہے ہیں اور مغربی تہذیب کی تقلید میں مسلمان بھی اسلام کے راستے سے بھٹکتے جا رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ بے حیائی اور بے حجابی کی صورت میں برآمد ہو رہا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم مسلم خواتین کے وہ حقوق و فرائض بیان کریں جو اسلام نے نافذ کئے ہیں۔ تاکہ مغربی تقلید میں مسلمان صحیح راستے سے نہ بھٹک جائیں۔ بلکہ انہیں صحیح اسلامی معاشرت کا علم ہو۔

ایک سچے مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر انسانی مسئلے کا کا حل قرآن پاک کی روشنی میں تلاش کرے اور جب اس کو کسی مسئلے کے متعلق قرآن پاک کا منشاء معلوم ہو جائے تو پھر اس کے لئے قرآن پاک کے فیصلے کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہتا۔ اگرچہ وہ فیصلہ اس کے ذاتی مفاد کے حق میں بظاہر کتنا ہی نقصان دہ کیوں نہ ہو۔ قرآن کہتا ہے "ترجمہ: اور کسی مسلمان مرد اور کسی مسلمان عورت کے لئے یہ سزاوار نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کر دیں تو اس میں وہ شک لائیں۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ صریح گمراہی کا مرتکب ہوگا"۔ سب سے پہلے آج ہم اس مقام کا جائزہ لیں گے جو قرآن پاک نے عورت کو عطا کیا ہے تاکہ وہ قومی زندگی میں اپنا ٹھیک ٹھیک فرض انجام دے سکے اس ضمن میں ہم سب سے پہلے ان چند بنیادی باتوں کا ذکر کریں گے جو آگے چل کر ہمارے مدعا کو سمجھنے میں خاصی مدد دیں گے۔ سب سے پہلے یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اسلام ان معنوں میں ہرگز مذہب نہیں ہے جن معنوں میں ہندومت یا عیسائیت کو مذہب جانا جاتا ہے۔ جن کے نزدیک خدا اور قیصر دو مختلف اور ایک دوسرے سے جدا چیزیں نہیں۔ اسلام حیات انسانی کا مکمل ضابطہ ہے اور زندگی کے ہر میدان اور شعبہ میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے قرآن پاک کا ارشاد ہے:

"ترجمہ: کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میری نماز، میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب رب العالمین کے لئے ہیں"۔ اس کے ساتھ یہ بھی صاف طور پر سمجھ لینا چاہیئے کہ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ قرآن پاک کی تعلیمات پر الگ الگ اور اجتماعی طور پر عمل پیرا ہوں اور راہ نجات تلاش کریں"۔ قرآن کا ارشاد ہے

"اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔ پس جب ایک مسلمان اپنی دنیاوی زندگی کو اللہ کی ہدایت کے مطابق نہیں

ڈھالتا اور جب تک تمام مسلمان یا کم از کم ان کی غالب اکثریت اپنی زندگی اسلام کی روح کے مطابق نہیں گذارتی وہ نتائج حاصل نہیں ہو سکتے جو اسلام پر عمل پیرا ہونے کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعض احکام کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے سے دنیا اور آخرت کی ناکامی کے علاوہ اور کچھ پلے نہیں پڑتا۔

قرآن حکیم کا فرمان ہے

ترجمہ: کیا تم کتاب کے ایک حصے میں ایمان لاتے ہو اور دوسرے سے انکار کرتے ہو۔ پس جو تم میں سے اس قسم کی غلطی کرتا ہے تو اس کا بجز اس کے اور کیا بدلہ ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں رسوا ہو اور قیامت کے روز عذاب شدید کی طرف بلایا جائے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام وہ مذہب ہے جس نے خواتین کے رتبہ کو بہت بلند کیا ہے اور صحیح معنوں میں مساوات قائم کی ہے۔ اس لئے معاشرہ اور خاندان کی تنظیم و اصلاح کے لئے مرد و عورت کے لئے الگ الگ فرائض مقرر کئے ہیں اور ہر ایک اپنے جداگانہ شعبے میں خودمختار ہے۔ لیکن عورت چونکہ جسمانی طور پر اور طبعی حیثیت سے کمزور ہے اس لئے اس کا اور تمام خاندان کا محافظ اور سرپرست مرد کو مقرر کر دیا۔

ترجمہ: مرد عورتوں کے نگہبان ہیں۔ اسی فضیلت کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے پر عطا کی ہے اور اس بنا پر کہ وہ ان پر (مہر و نفقہ کی صورت میں) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یعنی مرد اپنی بیویوں بچوں کا محافظ اور اپنی رعیت میں اپنے عمل پر خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔

اس طرح مرد کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنے خاندان کی نگرانی کرے اور بیوی بچوں کے تمام اخراجات کا کفیل اسے بنایا گیا ہے۔ یعنی روزی کمانے کی زبردست ذمہ داری اس پر ڈالی گئی ہے۔ بلکہ عورت کو اس سے آزاد رکھا گیا ہے۔ اس کے لئے گھر کا انتظام رکھا گیا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کے آخر میں یہ ارشاد ہے۔

ترجمہ: عورت اپنے گھر کی حکمران ہے اور اس کام کی جواب دہ!

چونکہ عورت کو منتظم خانہ قرار دیا ہے جو ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اس وجہ سے عورت کو ایسے تمام فرائض سے فرائض سے سبکدوش کر دیا ہے جو بیرون خانہ کے امور سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً اس پر سے روزی کمانے، ساقط کر دیا گیا اور مردوں پر اس کا نان نفقہ کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے تاکہ عورت گھر کے کاموں اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر اپنا تمام کام صرف کر سکے۔ اس پر جہاد اور ملکی دفاع کی خدمات ہٹا دی گئی ہیں۔ البتہ بوقت ضرورت مجاہدین کی خدمات انجام دے سکتی ہیں۔ عورت کو محرم کے بغیر سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اپنے محرم (رشتہ دار جن سے نکاح حرام ہے) کے بغیر وہ سفر بھی نہیں کر سکتیں۔ ان تمام ہدایتوں اور پابندیوں کا منشا یہ ہے کہ اسلام کے معاشرتی نظام میں عورتوں کا دائرہ عمل ان کا گھر ہے۔ وہ خاص حالات اور مجبوریوں کے تحت گھر سے نکل سکتی ہیں۔ مردوں کی طرح ان کے لئے بیرونی کام نہیں ہیں۔ البتہ اگر عورت کے مرد سرپرست باقی نہ رہیں، یا وہ اس قدر مفلس و بیمار، اپاہج یا معذور ہوں کہ روزی

نہ کر سکیں تو اس صورت میں ایسی عورتیں باعزت طریقے
سے کوئی ذریعہ معاش اختیار کر سکتی ہیں تو اس صورت
میں بھی انہیں اسلامی نظام کی حدود میں رہنا ہوگا۔ اور
اس سے باہر نہیں نکل سکتیں۔ اسلام نے عورتوں کو اسلامی
حقوق سے محروم نہیں کیا۔ اگرچہ بقول نسوانیت زن کا نگہبان
فقط مرد، مگر مردوں کی نگہبانی حکومت کے لئے بلکہ خاندانی
تنظیم و اصلاح کے لئے ہے۔ انہیں ایسے اختیارات نہیں
دیئے گئے ہیں جن سے ناجائز فائدہ اٹھا کر وہ عورتوں پر
ظلم کر سکیں بلکہ عورتوں کو بھی ایسے مواقع بہم پہنچائے
گئے ہیں کہ وہ اسلامی نظام معاشرت کی حدود میں رہ کر
ملک و قوم کی خدمت کر سکیں۔ تمام مذاہب میں یہ صرف
اسلام کی خصوصیت ہے کہ اس نے عورتوں کو معاشی
حیثیت کو بلند کیا ہے۔ قدیم زمانے میں عورتوں کو معاشی
حقوق سے قطعاً محروم کر دیا گیا تھا اور یہی معاشی بے بسی
عورت کی غلامی کا سب سے بڑا سبب بن گئی۔ یورپ نے
اس کا حل اس طرح کیا عورت کو مرد بنا دیا اس طرح وہ
اپنے فطری مقام سے ہٹ گئی۔ اور دوسری خرابیاں پیدا
ہوگئیں۔ مگر اسلام نے اعتدال کا راستہ اختیار کیا جو فطرت
کے عین مطابق تھا۔ وہ عورتوں کو بہت وسیع حقوق عطا کرتا
ہے۔ باپ سے، شوہر سے اولاد سے اور دوسرے
قریبی رشتہ داروں سے اس کو وراثت ملتی ہے۔ وہ
شوہر کی طرف سے مہر کی حقدار بھی ہے۔ ان تمام ذرائع
سے جو دولت اس کو حاصل ہوتی ہے وہ اس کی مکمل
ملکیت میں رہے گی کوئی اسے چھین نہیں سکتا۔ سب سے
بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان تمام معاشی فوائد حاصل کرنے کے
باوجود شوہر کے ذمّے ان کا نان و نفقہ بدستور جاری رہے
گا۔ بیوی خواہ کس قدر مالدار ہو شوہر کے ذمّے سے اس
کا نان نفقہ ساقط نہیں ہو سکتا۔ یہ حالات ایسے ہیں جن
کی بنا پر وہ تمام طور سے معاشی حیثیت سے مرد سے بہتر
رہ سکتی ہے۔ اور یہ وہ حق ہے جو کسی مذہب میں عورت
کو نہیں دیا گیا۔ عورت کو اسلام میں یہ حق دیا ہے کہ وہ
اپنے حیثیت کے مطابق جس مرد سے چاہے شادی کر
سکتی ہے بالغ ہونے کی بعد اس کے سرپرست اس کی
مرضی کے خلاف کسی سے شادی نہیں کر سکتے۔ شادی
کے بعد بھی اگر شوہر سے موافقت نہ رہ سکے یا شوہر ظالم
ناکارہ یا ناپسندیدہ ہو تو عورت کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ
خلع کے ذریعے نکاح فسخ کروالے۔ اس سلسلے میں اس کو
وسیع حقوق دیئے گئے ہیں جو کسی دوسرے مذہب میں روا
نہیں رکھے گئے۔ ان تمام سہولتوں اور حقوق کے باوجود
اسلام نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی
ہدایت کی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یعنی عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو اگر تمہیں
ناپسندیدہ ہوں تو ممکن ہے کہ تم کسی کو پسند نہ کرو اور خدا
وند تعالیٰ اس میں بہت بھلائی پیدا کردے گا۔ رسول کریم
کا ارشاد ہے۔

ترجمہ: تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں
کے ساتھ اچھے ہیں اور گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ
مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ اس قسم کی ہدایات محض اتفاقی دباؤ
کے لئے نہیں بلکہ اگر شوہر ظلم سے کام لے تو عورت عدالت کا
دروازہ کھٹکھٹا سکتی ہے۔ اسلام میں بیوہ اور مطلقہ عورت

یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ بغیر کسی شرط یا پابندی کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ اور تفریق کے بعد سابق شوہر یا اس کے کسی رشتے دار کا اس پر کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ یہ وہ حق ہے جو آج بھی یورپ اور امریکہ کے بعض ممالک میں عورتوں کو حاصل نہیں ہوا ہے۔ عورت کی جان و مال اور عزت کا تحفظ اسلامی قانون میں اسی قدر ضروری ہے جس قدر کہ مرد کے جان و مال اور عزت کا تحفظ کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک عورت کے لئے تعلیم و تربیت کا تعلق ہے اسلام میں عورتوں کے لئے کوئی خاص رکاوٹ نہیں ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اسلام کے نقطہ نظر سے عورتوں کو اسی قسم کی تعلیم دی جائے۔ جو اس کو بہترین منتظم خانہ بنا دے۔ اور اخلاق و شرافت کا دامن نہ چھوڑے۔ اگر وہ اسلامی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے کسی قسم کی تعلیم حاصل کرتی ہے تو اسلامی نقطہ نگاہ سے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر اس کی تعلیم ایسے ماحول میں ہو یا نصاب تعلیم اس قسم کا ہو جس سے عورتوں کے اسلامی نقطہ نظر سے بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو اس قسم کی تعلیم مسلمانوں کے نزدیک قابل اعتراض ہے۔ اب عورت کو ایک محدود دائرے میں رہ کر زندگی کی پرورش کرنی ہوتی ہے اور مرد کو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ وہ زندگی کے ان تمام میدانوں میں تگ و دو کرے۔ جن میں عورت کا کوئی کام نہیں ہے۔

اس چیز کو قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے

ترجمہ: (اور تم اپنے گھروں میں جمے رہو)

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عام طور پر عورت کو گھر سے باہر کے معاملات کے لئے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ تاہم اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورتوں کو گھروں کی چار دیواری کے اندر بند کر دیا جائے۔ اور انہیں باہر چلنے پھرنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ ضرورت کے وقت باہر جا سکتی ہے۔ وہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے جا سکتی ہے وہ مسجدوں میں نماز پڑھنے جا سکتی ہے۔

بشکریہ روزنامہ "جنگ" لاہور

حضرت مولانا صوفی محمد حسین قصوری جماعتی مجددی نقشبندی

رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ کا ۵۷ واں

عرس شریف!

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امیر ملت علامہ الحاج حافظ قاری پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ اوّل حضرت مولانا صوفی محمد حسین صاحب قبلہ قصوری جماعتی مجددی نقشبندی علیہ الرحمۃ کے ستاون ویں عرس شریف کی تقریبات بفضل عاطفت نبیرۂ اعلیٰحضرت عظیم البرکت امیر ملت پیر طریقت علامہ الحاج سید نذر حسین شاہ صاحب قبلہ علی پوری دامت برکاتہم العالیہ و بسرپرستی حضرت مولانا الحاج صوفی امام دین صاحب جماعتی مجددی نقشبندی دہلوی متولی و سجادہ نشین درگاہ شریف حضرت معزؒ واقع قلندر گیٹ جی ٹی روڈ کرنال (ہریانہ) بھارت میں ۷ اپریل ۱۹۸۲ بروز بدھ شروع ہوئیں۔

۶ اپریل ۱۹۸۲ء بروز منگل وار تک تمام شرکائے عرس شریف کرنال پہنچ چکے تھے۔ عرس شریف میں شرکت کے لئے اجمیر شریف، جے پور، بیکانیر، بریلی، لکھنؤ، کانپور، آگرہ، الٰہ آباد، مراد آباد، گیسو آباد، بلند شہر، علی گڑھ، جلپور، کٹنی اور حیدر آباد دکن، مالیر کوٹلہ، سرہند شریف، انبالہ، پانی پت، ساڈھورا اور احمد آباد گجرات و دہلی کے علاوہ قرب و جوار کرنال سے سینکڑوں وابستگان سلسلہ عالیہ جماعتیہ مجددیہ نقشبندیہ نے شرکت کی عرس کی سعادتوں سے مشرف ہوئے۔

۷ اپریل ۱۹۸۲ء بروز بدھ سہ پہر کو مسجد نواب عظمت علی خاں مرحوم (جامع مسجد کرنال) سے بعد فاتحہ و صلوٰۃ و سلام چادر مبارک کا جلوس روانہ ہوا۔ ہزاروں مقامی معتقدین بلا لحاظ مذہب و ملت اور سینکڑوں یاران طریقت چادر مبارک کے پرشکوہ جلوس میں شریک تھے۔ تمام راستہ نعت خوانی کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ جلوس مختلف شاہراہوں سے گذرتا ہوا مغرب کے وقت درگاہ شریف پہنچا۔ نماز مغرب درگاہ شریف حضرت معزؒ کی مسجد صغریٰ میں ادا کی گئی۔ اور بعد از نماز مغرب مزار پر انوار حضرت معزؒ پر محترم المقام تقدس مآب نبیرۂ اعلیٰحضرت عظیم البرکت امیر ملت حضرت محب ملت علامہ الحاج حافظ قاری پیر سید نذر حسین شاہ صاحب قبلہ جماعتی مجددی نقشبندی علی پوری دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے دست مبارک سے عطر پیش فرما کر غلاف مبارک اور چادر عطر پیش فرمائی اور تمام مراسم کی

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۴۴۷۸

فتاوی جماعتیہ

جب سے علی پور شریف میں مدرسہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی ہے اس وقت سے لیکر اب تک اس علمی چشمہ سے ہزاروں افراد فیض یاب ہوتے ہیں۔ اور ہزاروں فتاویٰ صادر ہوئے۔ ان فتاویٰ میں سینکڑوں فتاویٰ استاذ العلماء حضرت مولانا سیدی و مخدومی و استاذی سراج الملت پیر سید محمد حسین شاہ صاحب (المعروف بڑے صاحبزادہ صاحب) کے ہاتھ مبارک سے صادر ہوئے۔ اور سینکڑوں مدرسہ کے مدرسین اور اساتذہ کے قلم سے جو اپنے زمانہ میں بحر العلوم تھے صادر ہوئے۔

یہ علمی خدمت اگر محفوظ ہوتی تو اس سے کئی جلدوں میں عظیم فتاویٰ مرتب ہوتے اور تا قیامت لوگ اس سے مستفیض ہوتے مگر ہائے افسوس کہ ان کی حفاظت کا انتظام نہ ہوا۔ اب جبکہ دور مولانا حافظ غلام رسول صاحب کا ہے۔ ماشاء اللہ آپ بھی متبحر عالم اور کامیاب مدرس ہیں اور تمام علوم و فنون میں بصیرت تامہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی ابتداً بہت فتاویٰ لکھے۔ مگر ان کی نقل اپنے پاس محفوظ نہیں رکھتے تھے، ضائع ہو گئے۔ تا آنکہ حضرت جوہر الملت رحمۃ اللہ علیہ نے اور میں نے حضرت مولانا کو مشورہ دیا کہ وہ جو فتویٰ لکھیں اس کی ایک نقل اپنے پاس محفوظ رکھیں۔ تاکہ کسی وقت فتاویٰ جماعتیہ کے نام سے فتاویٰ کا ایک مستند مجموعہ شائع ہو سکے اور لوگ اس سے استفادہ کریں!

الحمد للہ! حضرت مولانا نے ہمارے مشورہ کو درخورِ اعتنا سمجھا اور اس پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے

فتاوی جماعتیہ

کے نام سے مختلف فتووں کا مجموعہ جو ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے حضرت مولانا پیر سید منور حسین شاہ صاحب کے تعاون سے شائع کیا ہے۔

یہ فتاویٰ بڑی تحقیق و تدقیق کا حامل ہے۔ کتاب الصلوٰۃ سے شروع ہو کر کتاب الفرائض پر ختم ہوا ہے۔ لکھائی چھپائی آفسٹ پر ہوئی ہے۔ خوبصورت اور مضبوط جلد سے مجلد ہے۔

قیمت ——— مبلغ ۳۰ روپے

ملنے کا پتہ مندرجہ ذیل ہے!

صاحبزادہ پیر سید محمد منور حسین شاہ صاحب علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ